نوٹس ابوداود

سنن ابی داؤد شریف

کتاب الایمان والنذور

ایمان کا لغوی معنی: ایمان یمین کی جمع ہے بمعنی داہنا
ہاتھ چونکہ اہل عرب قسم کھاتے وقت عموماً داہنے ہاتھ سے اشارہ
کرتے تھے یا داہنے ہاتھ کو ملاتے تھے تو اس لئے قسم کو یمین کہتے
ہیں یا پھر یمین بنا ہے یمن سے بمعنی برکت اور قوت چونکہ
قسم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا بابرکت نام لیا جاتا ہے اپنے
کلام کو قوت دینے کیلئے اس کو یمین کہتے ہیں۔

نذر کا معنی: کسی غیر واجب عبادت کو اپنے ذمے لازم کر لینا
نذر کہلاتا ہے خواہ وہ کسی شرط سے معلق ہو یا نہ ہو

اقسام یمین: قسم کی تین قسمیں ہیں
۱ یمین غموس ۲ یمین لغو ۳ یمین منعقدہ

۱ یمین غموس: کسی امر پر جان بوجھ کر واقع کے خلاف
قسم کھانا غموس کہلاتا ہے
ابن نجیم فرماتے ہیں اگر قسم کھانے والے کا مقصد کسی کا مال کھانا
ہے تو یہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر یہ مقصد نہ ہو تو یہ گناہ صغیرہ ہے
جبکہ علامہ شامی نے یہ فرمایا ہے کہ یمین غموس مطلقاً
گناہ کبیرہ ہے۔
بخاری شریف کی ایک حدیث میں اسکو گناہ کبیرہ کہا گیا ہے

یمین لغو: اگر کوئی زمانہ ماضی یا حال میں اپنے گمان
میں کسی کام پر سچی قسم کھائے مگر درحقیقت وہ جھوٹ ہو
تو یہ یمین لغو ہے

لغو کو لغو کہنے کی وجہ: اس لئے کہتے ہیں کہ اسکا کوئی
ثمرہ منعقد نہیں ہوتا نہ گناہ ہے نہ ہی کفارہ۔

امام شافعی کے نزدیک لغو کی تعریف: انسان کی زبان سے بلا
قصد جو قسم جاری ہو وہ لغو ہے اور ان کے نزدیک یہ گناہ

چونکہ اس میں کفارہ نہیں

نزد امام محمد۔ امام محمد کا ایک قول یہی ہے لیکن آپ کا یہ قول حال یا ماضی کے بارے میں ہے اور اگر مستقبل کے بارے میں بلا قصد قسم کھائی تو اس میں کفارہ ہے

انسان نے کسی گزشتہ کام پر قسم کھائی اگرچہ اسکو غلط فہمی ہوئی ہو بہر حال اپنے علم کے لحاظ سے اس نے صحیح قسم کھائی مثلاً کسی شخص نے دور سے آتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا اور اس نے قسم کھائی کہ واللہ وہ زید ہے بعد میں اسے پتا چلا کہ وہ عمر ہے تو ایسی قسم پر کوئی کفارہ نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لغو وہ قسم ہے جو غصے میں کبھی جائے حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں لغو وہ قسم ہے جو معصیت کے وقت کھائی جائے۔

یمین غموس کی مذمت پر احادیث

یمین غموس ملک کو فنا کر دیتی ہے اور آبادی کو ویران کر دیتی ہے ایک اور حدیث پاک ہے جس نے جھوٹی قسم کھائی اللہ اس کو نار دوزخ میں داخل کرے گا اور یہ آبادی کو اجاڑ دیتی ہے

غموس کو غموس کہنے کی وجہ

یمین غموس کو اس لیے غموس کہتے ہیں گویا یہ قسم کھانے والے حانث کو دنیا میں گناہوں میں اور آخرت میں نار جہنم میں ڈبو دیتی ہیں۔

جھوٹی قسم کھانے کا کیا عذاب ہے

آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے

اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے کا حکم

آقا علیہ السلام نے فرمایا تم اپنے اصول کی قسم کھاؤ نہ فروع کی نہ
ماں کی قسم کھاؤ نہ بتوں کی جیسا کہ مشرکین کا طریقہ ہے انداد
جمع ہے نِدّ کی بمعنی اللہ کے مقابل

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات و صفات کی
قسم کھانا جائز ہے مگر سچی قسم کھانا جھوٹی قسم کھانا تو حرام ہے
گناہ کبیرہ ہے اس پر کفارہ واجب ہے

لغوی قسم بمعنی کلام میں تاکید پیدا کرنے کیلئے یہ قسم کھانا
جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے افلح وابیہ قرآن پاک
میں جو قسمیں وارد ہوئی ہے والعصر، والشمس واللیل
والفجر وغیرہ وہ بھی لغوی قسمیں ہیں بتوں کی قسم کھانا نہ
لغوی طور پر جائز ہے نہ شرعی طور پر کیونکہ اس میں انکی
تعظیم ہوگی اور بتوں کی تعظیم کرنا حرام بلکہ کفر ہے اس
باب کی حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ تم میں سے جس شخص
نے اپنی قسم میں کہا لات کی قسم اسکو چاہیے کہ وہ لا الہ
الا اللہ کہے

لات کی اصل: علامہ آلوسی لکھتے ہیں لات، منات عزی
کفار قریش کے بت تھے۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ یہ کعبہ شریف
میں رکھے ہوئے تھے جبکہ ابن زید نے کہا ہے کہ یہ عکاظ کے
بازار میں یہ بت رکھے ہوئے تھے لفظ لات کی اصل میں ایک
قول یہ ہے کہ یہ لَتّ یا لیث سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسکا
معنی ہے ستو گھولنا ایک شخص ایک پتھر پر بیٹھ کر حاجیوں کے
لئے ستو گھولتا تھا جب وہ مر گیا تو لوگ اسکی تعظیم کے لئے
اس پتھر کی پوجا کرنے لگے ایک قول یہ ہے کہ یہ لوی سے ماخذ

یہ جملہ معنی ہے استطاف کرنا کیونکہ لوگ اسکی عبادت کیلئے جمع ہو کر بیٹھ جاتے تھے اس لئے اسکو لات کہتے ہیں اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ لپیٹنے سے ماخوذ ہے اس کے معنی طواف کرنا اور کفار اسکا طواف کرتے تھے اس لئے اسکو لات کہتے ہیں۔

کفریہ کلمات سے قسم کھانے کا حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں علامہ خطابی نے کہا ہے کہ قسم معبود اور معظم کی کھائی جاتی ہے پس جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی اس نے کفار کی طرح کا کام کیا اس لئے آپ علیہ السلام نے کلمہ توحید کے ساتھ اسکی تلافی کا حکم دیا ابن عربی نے کہا ہے کہ جس نے تحقیق اور تعظیم کے ساتھ قسم کھائی وہ کافر ہو گیا اور جس نے جہالت یا سہو توجیہ کے ساتھ قسم کھائی تو وہ لا الہ الا اللہ کہے اللہ تعالیٰ اسکی تلافی قبول کرے گا۔

کفریہ کلمات سے شرعی قسم منعقد ہونے میں مذاہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب شافعیہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے بتوں کی قسم کھائی یا یہ کہا کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو یہودی یا نصرانی ہو جاؤں تو یہ قسم منعقد نہیں ہوگی بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ استغفار کرے یا کلمہ طیبہ پڑھے اور وہ اس کام کو کرے یا نہ کرے اس پر کفارہ نہیں ہوگا یہی آئمہ ثلاثہ کا مذہب ہے

جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ہمارا مشورہ ہے اس پر کفارہ لازم ہوگا لہذا اس صورت سے گریز کیجئے کہ میں درحقیقت یہ کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہوں۔

جوئے کی دعوت دینے کا حکم:-

علامہ شامی علیہ الرحمہ میں قمار یعنی جوا کھیلنا (ہارنا) سے ماخوذ ہے
جوے کی تعریف:- ہر وہ چیز جس کو شرط لگا کر کھیلا گیا کہ اگر میں ہارا
تو یہ چیز تمہاری اگر دونوں طرف سے یہ شرط ہو تو یہ کھیل
ناجائز ہے جو اپنے ساتھی سے یوں کہے کہ آؤ جوا کھیلیں
تو اسے چاہیے کہ وہ صدقہ کرے ورنہ تو قمار اس لئے ہے میں
کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی
کو دیتے اور اپنے ساتھی کا مال لیتے تو شرط کا ساتھ جائز سمجھنا
نص قرآن سے یہ حرام ہے میر سید شریف نے کہا میں
ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی
چیز غالب کو دی جائے گی وہ قمار کہلاتا ہے
علامہ نووی نے کہا میں آقا علیہ الصلوۃ نے صدقہ کرنے کا حکم اس
لئے دیا کہ اس شخص نے معصیت کی دعوت دی علامہ خطابی
نے کہا ہے جتنے پیسوں کا جوا کھیلنے کو کہا اتنے پیسے صدقہ
دینے پڑیں گے جبکہ محققین کہتے ہیں کہ صدقہ کی مقدار
معین نہیں ہے جو آسانی سے صدقہ دے سکے وہ دے

یمین منعقدہ:- اگر مستقبل میں کسی ممکن کام کے کرنے
یا نہ کرنے کی قسم کھائی تو یہ یمین منعقدہ ہے ایسی قسم پوری
کرنا ضروری ہے اگر پوری نہ کی تو کفارہ لازم آئے گا ممکن کی
قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر وہ کام ممکن نہ ہو تو وہ یمین
غموس ہے۔

یمین کا کفارہ ہے

غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا نہیں روزے رکھنا۔ 3677

نذر کی ممانعت

اسکا مطلب یہ ہے کہ بات بات پہ نذر ماننے کا عادی نہ ہو کہ پھر نذر کو پورا کرنا مشکل ہو جائے۔ یا نذر میں یہ عقیدہ نہ رکھو کہ نذر ماننے سے ارادہ الٰہی بدل جائے گا یہ عقیدہ رکھنا غلط ہے یا صدقہ و خیرات صرف نذر کی صورت میں نہ کیا کرو کہ جب کوئی کام اٹکا تو نذر مان لی اور جب کوئی کام نکل گیا تو خیرات کر دی بلکہ اسکے علاوہ بھی صدقہ کرنے کی عادت ڈالو لہذا معلوم ہوا کہ اصل ممانعت نذر ماننے کی نہیں ہے بلکہ ان شرطوں کی ہے جن کا ابھی ذکر ہوا یہ بھی پتہ چلا کہ یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں ہے جن میں نذر پوری کرنے کا حکم دیا گیا۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿یوفون بالنذر﴾ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ لا تنذروا میں نفی ہے اور نفی حرمت پیدا کرتی ہے

قسم میں ان شاء اللہ کہنا۔

اگر کسی نے قسم کھانے کے بعد متصلاً ان شاء اللہ کہہ دیا تو یہ استثناء ہے اور اس سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور یہی امام اعظم کا مذہب ہے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر کسی نے ان شاء اللہ کہا تو بھی جائز ہے منقطع ہونے کی صورت ہے کہ وہ دو مرتبہ میں معروف نہ ہو بعض علماء کا ہے جب تک اس مجلس میں موجود ہے ان شاء اللہ کہہ سکتا ہے نیز یہ وہ قسم جو کفارہ کا موجب ہے اس میں استثناء صحیح ہے اس

حدیث پاک سے مندرجہ ذیل مسائل معلوم ہوئے
قسم کھانا شرعاً جائز ہے نیز قسم میں استثناء مستحب ہے
جب مشرکوں کو جان کا خطرہ ہو تو اس کے دل میں ان
شاء اللہ کہنے میں کوئی حرج نہیں

اس باب کی حدیث میں مجتہدین سے مراد وہ کام ہے جس پر قسم کھائی جائے قسم توڑنے سے پہلے یا قسم توڑنے کے بعد کفارہ دینے میں

عند امام شافعیؒ فرماتے ہیں قسم کا کفارہ اگر مال سے دیا جائے تو قسم توڑنے سے پہلے دیا جاسکتا ہے اور اگر روزے سے کفارہ ادا کیا جائے تو قسم توڑنے سے پہلے روزہ رکھنا جائز نہیں آپ فرماتے ہیں کہ کفارے کا سبب قسم کو توڑنا ہے لہٰذا حکم اپنے سبب پر مقدم نہیں ہو سکتے۔ البتہ شرط پر مقدم ہو سکتا ہے

عند احناف۔ کفارہ مالی ہو یا بدنی قسم توڑنے سے پہلے جائز نہیں کفارے کا سبب قسم توڑنا ہے اور حکم سبب سے پہلے نہیں آ سکتا اسکی دوسری وجہ کفارے کے معنی ہے گناہ کو مٹانا یا چھپانا اور قسم کھانا گناہ نہیں بلکہ قسم کو توڑنا گناہ ہے لہٰذا قسم کو توڑنا ہی کفارے کا سبب بنے گا جب سبب ہی نہیں ہوگا تو حکم کیسے لگے گا۔

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دیا جاسکتا ہے۔ عند امام مالک و شافعی و احمد

خیال رکھو کہ میت کی بدنی نذر جیسے نماز، روزہ کی نذر اسکو وارث پورا نہیں کر سکتا جبکہ مالی نذر کو پورا کرنا وارث پر واجب ہے مطلق میت نے مال چھوڑا اور نذر کو پورا کرنے کی وصیت کی تو اب ایسی نذر کو پورا کرنا ورثہ پر واجب ہے لیکن اگر میت نے مال نہیں چھوڑا یا اپنی نذر کو پورا کرنے کی وصیت بھی نہیں کی تو ایسی نذر کو پورا کرنا واجب نہیں ہے ہاں اگر پوری کر دے تو بہتر ہے اور آقا علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ تم اپنی ماں کی طرف سے پورا کردو تو یہ حکم استحبابی تھا وجوب نہیں تھا۔

اس حدیث مبارکہ میں جس شخص نے یہ سوال کیا کہ وہ بیت المقدس میں نماز پڑھے اسکا خیال شاید یہ ہوگا کہ بیت المقدس میں نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے حالانکہ حقیقت میں بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے کیونکہ مسجد حرام میں کوئی نیک عمل کرنے کا ثواب ۱ لاکھ نیکیاں کرنے کے برابر ہے۔

9

سنت سے مراد طریقہ ہیں۔

اس باب کی پہلی حدیث میں یہ بتایا کہ امت محمدیہ میں (73) فرقے ہونگے اور صرف ایک ہی جماعت طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر رہے گی جسے سواد اعظم کہا جائے گا۔

اس کے علاوہ باقی (72) فرقے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے الگ ہونگے اس لئے وہ بدعتی گمراہ بد مذہب اور جہنمی ہونگے۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے (73) فرقوں کی یوں تشریح فرمائی ہے (73) فرقوں کی اصل (10) فرقے ہیں۔

اہل سنت 2 خوارج 3 شیعہ 4 معتزلہ 5 مرجیہ 6 مشبہ 7 جہمیہ 8 ضراریہ 9 نجاریہ 10 کلابیہ

چنانچہ اہل سنت والجماعت کا ایک ہی فرقہ ہے۔

خوارج کے (15) فرقے ہیں معتزلہ کے (6) فرقے ہیں مرجیہ کے (12) فرقے ہیں شعیہ کے (32) فرقے ہیں جہمیہ، نجاریہ، کلابیہ اور ضراریہ میں سے ہر ایک کے ایک ہی فرقے ہے اور مشبہ کے 3 ہے۔

جنتی ہونے کی شرط

حدیث مبارک میں بتایا گیا کہ ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور اس کیلئے یہ شرط قرار دی جو میری سنت کی پیروی کرنے والا اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنے والا ہوگا

جماعت سے مراد

مسلمانوں کا وہ بڑا گروہ جس میں فقہاء علماء صوفیا اور اولیاء اللہ شامل ہوں الحمد للہ اکابرین اہل سنت والجماعت کو حاصل ہے۔ مسلمانوں کے پاس جتنا بھی علمی اور عملی سرمایہ ہے وہ سارا کا سارا اہلسنت والجماعت کے بزرگوں کا ہے دوسری جماعتوں کے پاس اس میں سے کچھ بھی نہیں لہذا مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسی جماعت میں رہے جو آقا علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کی تھی جماعت سے نکلنا یا اپنا علیحدہ فرقہ قائم کرنا یا اس طرح کے قائم ہونے والے کسی بھی جماعت میں شامل ہونا گمراہی ہے اہل سنت والجماعت کے سوا جتنے بھی فرقے ہیں وہ سب بدعتی گمراہ اور بدمذہب ہے

کتے کے زہر کی مثال کی وضاحت:

اس حدیث مبارکہ میں کتے کے زہر کی جسم میں سرایت کرنے کی مثال دی گئی اسکی وجہ یہ ہے کہ برے عقیدے اور برے خیالات اور اعمال اور بدعتیں انسان پر ایسے ہی حملہ کرتے ہیں جیسے زہر پورے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔

محکم آیات سے مراد

وہ آیات ہیں جن کے احکامات واضح ہوں جن میں نہ تاویل کا احتمال ہو نہ نسخ کا اندیشہ۔ جیسے اللہ تبارک وتعالی کی ذات وصفات کے بارے میں آیات حضور علیہ السلام کی نعت کے متعلق آیات اور صحابہ کرام کی مناقب کی آیات۔

متشابہ آیات: وہ آیات جن کا معنی واضح نہ ہو

متشابہ آیات کی اقسام:

متشابہ المعنی: یعنی وہ آیات جن کا معنی ہی سمجھ نہ آتا ہو
جیسے حروف مقطعات۔

متشابہ المفہوم: وہ آیات جن کا مفہوم ہی سمجھ نہ آتا ہو
جیسے آیت فثم وجہ اللہ: خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ
ہے ان دونوں قسم کی متشابہ آیات میں فتنہ پھیلانے کیلئے
تاویلیں کرنا حرام ہے لیکن مناسب تاویل کی جاسکتی ہے تاکہ
لوگ غلط وہموں سے بچیں

متشابہ کے پیچھے پڑنے والے لوگوں سے کون مراد ہیں

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں جو
آیات کی تاویلات میں پڑ جاتے ہیں اور آیات کا فاسد معنی
نکالتے ہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے ان سے بچو۔

باب محبۃ اہل اللہ و بغضہم

اس حدیث میں فرمایا گیا کہ افضل ترین عمل یہ ہے کہ اللہ عزوجل
کے لئے محبت کی جائے اور اگر کسی سے دشمنی کی جائے تو وہ بھی
اللہ عزوجل کی وجہ سے کی جائے حضرت معاذ بیان کرتے ہیں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ترین عمل کے متعلق سوال کیا گیا تو
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل کے سبب محبت کرو
اور کسی سے بغض رکھوں تو اللہ عزوجل کے لئے ہی رکھوں
اور یہ کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں مصروف رہے

دوسری حدیث ۔
حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ اللہ عزوجل قیامت میں فرمائے گا کہاں ہے وہ جو میری وجہ سے
محبت رکھتے تھے آج میں انہیں سایہ دوں جب کہ آج میرے
سائے کے علاوہ عرش میں کوئی سایہ نہیں

باب ۴

لغت ۔ فتملقونی بزعفران ۔ خلوق بغیر زعفران کے ہی ہوتا ہے بغیر زعفران سے الا
خلوق زخم کا علاج ہے

سوال ۔ آقا علیہ السلام کے ناراضگی کا اظہار کرنے کی کیا وجہ تھی؟
جواب ۔ حضرت عمار بن یاسر نے زعفران لگانے پر آقا علیہ السلام نے ناراضگی کا اظہار
اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے زعفران کا لگایا حالانکہ اس کا اور بھی علاج ممکن
تھا جیسے موم کا تیل وغیرہ یا آپ نے ناراضگی کا اظہار اس لئے فرمایا کہ آپ کو
رنگ لگا کر باہر کیوں آئے یا اس کی وجہ یہ تھی اس پر پانی بہا کر اس کا رنگ
زائل کیوں نہ کیا ورنہ بیماری میں رخصت ہے ۔

حضرت صفیہ بنت حیی کا تعارف

آپ کا نام صفیہ بنت حیی اخطب ہے حضرت ہارون علیہ السلام کی
اولاد سے ہے پہلے کنانہ بن ابو الحقیق کی بیوی تھی ان کے خاوند
۶ ہجری میں غزوہ خیبر میں مارے گئے آپ قیدی ہو کر مسلمانوں
کے قبضے میں آئی آقا علیہ السلام نے آپ کو آزاد کر کے خود نکاح کا
شرف عطا فرمایا لہذا آپ ام المومنین ہے 56 آپ نے وفات پائی
اور جنت البقیع میں آپ کی تدفین کی گئی۔

حضرت زینب کا تعارف

آپکا نام زینب بنت جحش ہے آپکی والدہ امامہ بنت عبدالمطلب ہے آقا علیہ السلام کے نکاح میں آنے سے پہلے زید ابن حارث کے نکاح میں تھی ان سے طلاق ہونے کے بعد آقا علیہ السلام کے نکاح میں 5 ہجری میں آئی۔

حضرت زینب کا یہودیہ کہنے کی وجہ

غالبا یہ کسی سفر کا واقعہ ہے کہ صفیہ کا اونٹ بیمار تھا اور حضرت زینب کے پاس ایک سے زائد اونٹ تھا تو آپ نے آقا علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ مجھے ان سے زائد اونٹ دلوا دیں جب آقا علیہ السلام نے حضرت زینب سے اپنا اونٹ حضرت صفیہ کو دینے کے لیے فرمایا تو انہوں نے کہا کہ کیا میں اپنا اونٹ یہودیہ کو دوں عموما سوکنوں کو آپس میں غیرت و غضب ہوتا ہے اسی بناء پر ایسا ماجرہ ہوا
یہاں پر حضرت زینب کے یہودیہ سے مراد قوم کی یہودیہ ہے نا کہ مذہب کیونکہ اب حضرت صفیہ اسلام لا کر امہات المومنین میں شامل ہو چکی تھی۔

آقا علیہ اسلام کے ترک تعلق کی وجہ

حضرت زینب کے ایسا کہنے پر آقا علیہ السلام نے ان سے ڈھائی مہینے کلام نہ فرمایا مگر یہ ترک کلام عداوت کے لیے نہیں بلکہ تعلیم و تربیت کے لیے تھا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے مخالف نہیں جس میں 3 دن سے زیادہ ترک تعلق کی ممنوعات آئی ہے۔

اس حدیث میں یہ فرمایا گیا کہ قرآن پاک میں جھگڑا کرنا کفر ہے یعنی آیت قرآن کے مثل میں ایسی بحث کرنا جس سے لوگ شک میں مبتلا ہو جائیں یہ کفر ہے اسی طرح متشابہات کی تاویلوں میں جھگڑا و انزل القرآن نعمت ہے اسی طرح قرآن کریم کی قراءتوں میں بحث کرنا کہ یہ کلام الٰہی ہے یا نہیں ہے یہ بھی کفر ہے یا قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے مطابق کرنا حرام ہے یا اپنے مذہب کے مطابق اسکا ترجمہ و تفسیر کرنا حرام ہے لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اسکا مقلدین و مجتہدین کے اختلاف سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ جھگڑا نہیں بلکہ تحقیق کرتے ہیں

قرآن کی مثل سے کیا مراد ہے؟

قرآن کی مثل سے حدیث مبارکہ مراد ہے قرآن مجید پر ایمان لانے کا دعوی کرنا اور حدیث کی اہمیت کا انکار کرنا بہت بڑی بدعت ہے کیونکہ حدیث مبارکہ سے منہ موڑ کر قرآن پر عمل کرنا ممکن ہی نہیں اگر حدیث کی ضرورت نہ ہوتی تو صحابہ کرام صرف قرآن پاک ہی کو دیکھتے ہر معاملہ میں بارگاہ رسالت میں رجوع نہ کرتے

قرآن اور حدیث میں فرق

قرآن پاک کی عبارت بھی وحی ہے اور مضمون بھی جبکہ حدیث مبارکہ کا مضمون وحی ہے مگر الفاظ آقا علیہ السلام کے ہیں۔

قرآن پاک کے الفاظ پر احکام جاری ہوتے ہیں اور اسکی تلاوت نماز میں کی جاتی ہے جبکہ حدیث کی تلاوت نماز میں نہیں کی جا سکتی۔

قرآن پاک کو وحی متلو اور حدیث کو غیر متلو کہتے ہیں

قرآن پاک کو بغیر وضو نہیں چھو سکتے۔ مگر حدیث مبارکہ کو بغیر وضو چھو سکتے ہے

4625

رجل

اس سے مراد حدیث بعد انسان اور اس میں جو کلمہ الا آ رہا ہے وہ منکرین
حدیث پر دلالت کر رہا ہے اگرچہ منکرین حدیث 1300 سال بعد ظاہر ہوئے
لیکن آقا علیہ السلام کی چشم بینی نے پہلے ہی ملاحظہ کر لیا تھا کہ
آخری وقت میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو حدیث کی اہمیت کا انکار کریں
گے یہ منکرین حدیث کی اپنی روش ہے کہ اپنی تحقیق پر عمل کرو لفظ
قرآن کریم میں اپنی مرضی کے مطابق معنی اور تاویلیں تلاش کرو

حدیث مبارکہ سے حاصل شدہ مسائل

قرآن کریم میں جن چیزوں کو حلال قرار دیا گیا انہیں حلال جانو اور
جنہیں حرام کہا گیا انھیں حرام جانے

پالتو گدھوں اور نوکیلے جانوروں اور داڑھوں کا گوشت حرام ہے

اگر کسی کو کوئی چیز گری ہوئی ملے تو اسے چاہیے کہ اسکے مالک کو تلاش
کرے اور تین دن تک اسکا اعلان کرے جب اس کے مالک کو تلاش
کرنے سے مایوس ہو جائے تو خیرات کر دے اور اگر فقیر ہے تو خود رکھ لے

اگر کوئی شخص کسی قوم کا مہمان بنے اور اس کو چاہیئے کہ اس کی مہمان
نوازی کرے اگر اس قوم کے لوگ مہمان نوازی نہ کرے تو اس مہمان
کے لیے ان کے مالوں اور کھیتوں سے بقدر مہمان نوازی لینا جائز ہے

4626

علماء کرام کا فتنہ تمام فتنوں سے سخت ترین ہے کیونکہ شیطان اس
کوشش میں رہتا ہے کہ مسلمانوں کا دین خراب کرنے والی کوئی بات
کسی عالم سے کہلوائے جب وہ اس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ایک
طرف ہزاروں مسلمان اس کی پیروی کرنے لگتے ہیں اور دوسری
طرف حق کے علمبردار علماء سے اس کی جنگ شروع ہو جاتی ہے

A625

اس حدیث مبارک میں حضور اکرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بعد کے تمام صحابہ کرام، آئمہ مجتہدین علماء، متقدمین اور متاخرین سب کے لیے ہے مثلاً اگر کوئی شخص نیکی کی دعوت اور اسکی نیکی کی دعوت اور اسکی نیکی کی دعوت سے ایک لاکھ لوگ نمازی بنے تو اس مبلغ کو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب حاصل ہوگا اور ان نمازیوں کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی اس سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثواب ہمارے اندازے سے وراء ہے اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے "اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا کا ثواب ہے" تو اسے بھی وہ معتقدین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پا رہے ہیں اور قیامت تک پاتے رہیں گے انہیں بھی قیامت تک اسکا ثواب ملتا رہے گا یہ حدیث مبارک اس آیت کے خلاف نہیں کہ "نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جس کی اس نے کوشش کی" اور یہ جو ثواب کی زیادتی ہے اس کے تبلیغ کے عمل کی وجہ سے ہے

گناہ کی دعوت کا نقصان

اس باب کی حدیث مبارک میں ہے جو کسی کو گناہ کی دعوت دے تو اسکو دعوت دینے کا بھی گناہ ملے گا اور جیسے لوگ اسکی دعوت پر لبیک کہیں گے ان کا عذاب بھی اسی کو ہوگا اور گناہ کرنے والوں کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی۔

A626

حدیث مبارک میں سب سے بڑے گناہ گار مسلمان وہ لوگ ہیں جنہیں بلا ضرورت دوسروں کی بات کریدنے کی عادت ہوتی ہے۔ مسائل سیکھنے کیلئے سوال اچھی چیز ہے سوال علم کی چابی ہے نیز اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا۔ "اے لوگوں علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں معلوم نہیں" اور یہ حدیث

میلاد قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے
اور اصل علم سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ حلال و حرام کے
احکام انہی کی بارگاہ سے جاری ہوتے ہیں جیسے حضور علیہ السلام نے
فرمایا اے لوگوں تم پر حج فرض ہے تو کسی صحابی نے عرض کی کیا
ہر سال حج فرض ہے تو آقا علیہ السلام نے فرمایا اگر میں ہاں کر دیتا
تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔
اس حدیث سے تین مسائل معلوم ہوئے۔
۱ اصل اشیاء میں اباحت یعنی جس سے شریعت مطہرہ خاموش ہو
جائے وہ حلال ہے۔
۲ حرام وہی چیز ہے جس سے شریعت منع کرے۔
اس سے معلوم ہوا جس کی حرمت نہ ملے وہ حلال ہے مگر اس زمانہ
میں بعض جہلاء بلا دلیل ہر چیز کو حرام کہہ دیتے ہیں اور حلال
ہونے کیلئے ثبوت مانگتے ہیں مثلاً بتاؤں کہا لکھا ہے کہ میلاد شریف
منانا حلال ہے حالانکہ خود نہیں بتاتے کہ کہاں لکھا ہے کہ یہ حرام ہے۔
۳ کبھی زیادہ سوالات پر رب عزوجل کی طرف سے احکامات میں زیادتی
ہو جاتی ہے مثلاً بنی اسرائیل نے گائے کے بارے میں سوال کئے
اگر وہ سوالات نہ کرتے تو ان پر یہ پابندیاں عائد نہ ہوتی۔

باب 8

شیخین میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا۔ 4627

شیخین میں یعنی حضرت ابو
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں
بکر اور عمر میں حضرت ابو بکر کو فضیلت دیتے اس کے بعد عمر فاروق
اور ان کے بعد حضرت عثمان غنی کو علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ

شیخین سے مراد وہ شیوخ ہیں جن سے حل مہمات میں آقا علیہ السلام مشورہ فرماتے تھے
اعتراض: حضرت علی کو کیوں نہ شامل کیا۔
جواب: حضور علیہ السلام کے زمانے میں حضرت علی کم عمر تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر کے اس جملے کو اس کے بعد ہم کسی کو افضل نہیں جانتے تھے اس سے مراد حضرت علی کی تحقیر اور حضرت عثمان کی بعد میں فضیلت

اہل سنت کا موقف:

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اہل سنت و الجماعت کا یہ مسلک ہے کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی تمام صحابہ سے افضل ہے اور عشرہ مبشرہ کے بعد دوسرے صحابہ افضل ہیں

صحابہ کرام میں ترتیب فضیلت

اہل سنت والجماعت کے نزدیک انبیاء کرام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی پھر عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اس کے بعد وہ صحابہ جو بدر میں حاضر نہیں تھے پھر اس کے بعد وہ جنہوں نے وہ بیعت کی

عہد نبوی میں صحابہ کرام کے خواب کا حکم

صحابہ کرام کے خواب خصوصاً وہ خواب جو بارگاہ الٰہی میں پیش ہو کر
جنکو تائید حاصل ہو جائے وہ کشف الہام درجہ رکھتے ہیں جیسے موجود
ان صحابہ کرام کے خواب اور حضور کی تائید سے درست جانے لگی۔

پلڑے کے وزنی ہونے کی وجہ

حدیث مبارکہ میں جو پلڑے کا وزنی ہونے کا بیان کیا گیا درحقیقت
وہ ان بزرگوں کی درجات کی بناء پر تھا اور اس حدیث میں
یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر فاروق سے اور حضرت
عمر فاروق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل ہے۔

خلافت راشدہ سے کیا مراد ہے

حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی کی
خلافت، خلافت راشدہ کہلاتی ہے اس پر امت کا اجماع
ہے اس لئے حدیث مبارکہ میں خلفاء راشدین کاملین
کا وزن دیکھا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری کی وجہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ناگواری کے آثار
اس لئے نمودار ہوئے کہ آپ کو معلوم تھا حضرت عثمان غنی
کے بعد خلافت اسلامیہ کا زوال شروع ہو جائے گا اس
لئے ان کا وزن نہیں دیکھا گیا خلافت اسلامیہ کے بعد سلطنت
امارت کا دور شروع ہوا حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت
امیر معاویہ نے سلطنت قائم کی۔

20

خلافت نبوت اور سلطنت میں فرق

نبوت اللہ کی طرف سے دیا ہوا انعام ہے
خلافت سے مراد امتی کا خلیفہ ہونا اور سلطنت سے مراد
بادشاہی نظام ہے حضور کی نبوت بیعت خلافت بھی ہے
بیعت الارادہ بھی لوگ ان کے عبادی بھی ہے اور مرید بھی
مگر سلطان کی بیعت بیعت حکومت تو ہے بیعت ارادہ
نہیں۔

خلافت راشدہ کی مدت

حدیث مبارک میں جو خلافت راشدہ کا حساب لگایا ہے
وہ تقریبی ہے جس میں سال گنے جائے گے اور مہینے چھوڑ
دیے جائے گے مثلاً خلافت صدیقی 2 سال 6 ماہ
خلافت فاروقی 10 سال 6 ماہ خلافت عثمانی چند
دن کم 12 سال خلافت حیدری 4 سال 9 ماہ
چاروں خلفاء راشدین کی خلافت 29 سال
7 ماہ 9 دن اور باقی جو دن بچے تھے وہ امام حسن
نے پورے کیے کیونکہ ان کی خلافت چند ماہ پر مشتمل تھی

باب فی فضل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بخاری شریف سے لکھنا ہے

باب 12 فی النبی عن سب اصحاب الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مد کی تعریف: 4 مد کا ایک صاع ہوتا ہے مد دو رطل کو کہتے ہے ایک رطل ایک سیر کا ہوتا ہے رطل ایک سیر (ایک کلو) چار مد (آٹھ کلو)

صحابہ کرام کی برائی کی ممانعت

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب بھی صحابہ کرام کا ذکر کیا جائے تو بھلائی کے ساتھ کیا جائے کسی صحابی کو برا بھلا کہنا تو دور کی بات ہے ایسے ہلکے الفاظ سے بھی یاد نہ کیا جائے صحابہ کرام وہ حضرات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی صحبت کے لیے چنا جیسے مہربان ماں باپ اپنی اولاد کو بروں کی صحبت میں نہیں آنے دیتا ایسے ہی اللہ عزوجل نے ان حضرات کو بروں کی صحبت سے محفوظ رکھا۔

لا تسبوا کا مخاطب کون ہے؟

اس سے وہ لوگ ~~صحابہ~~ بھی مخاطب ہے جو زمانہ مستقبل میں صحابہ کرام کے علاوہ مسلمان ہی پیدا ہونگے انکو موجود سمجھ کر خطاب کیا ہے۔

21

سید کسے کہتے ہیں: سید سردار کو کہتے ہیں کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو اس طرح استعمال فرمایا۔ سیدا وحصورا من الصالحین۔ اور یحییٰ علیہ السلام سردار ہونگے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والے ہونگے اور ہمارے خاص انبیاء کرام میں سے ہونگے۔

دو جماعتوں میں صلح کروانے سے مراد

آقا علیہ السلام نے اس فرمان میں کہ اللہ عزوجل اس کے ذریعے
دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا اس فرمان میں اس واقعہ
کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علی کی شہادت کے بعد امام حسن
کے زمانے میں پیش آیا آپ کے ہاتھ پہ 40 ہزار لوگوں نے
بیعت کی ادھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تیاری کرلی
تو آپ نے حضرت امیر معاویہ سلطنت سے دستبرداری
اختیار کرلی۔

15 باب فی التخییر بین الانبیاء علیہم السلام

انبیاء کرام میں ایک دوسرے کو فوقیت نہ دو

اس سے مراد یہ ہے کہ آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مجھے
دوسرے نبیوں پر ایسی فضیلت یا بزرگی نہ دو جیسے دوسرے
انبیاء کرام کے مرتبے میں فرق اور ان کی توہین ہو۔

اعتراض:
اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا
یہ رسول ہے جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی
تو اسکا کیا مطلب ہے

جواب: یہ حدیث مبارکہ قرآن کی آیت کے خلاف نہیں بلکہ
حدیث مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے جو مرتبہ جس نبی علیہ السلام
کو اللہ عزوجل نے جس نبی علیہ السلام کو عطا کیا ہے اس میں
حد سے تجاوز نہ کروں۔

قیامت کے دن جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو آقا علیہ
السلام سب سے پہلے ہوش میں آنے والے ہونگے جبکہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام عرش کا کنارہ پکڑے ہوئے ہونگے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فضیلت جزوی طور
پر ہے کلی طور پر نہیں جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت
آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا دیا حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کو بغیر والد کے پیدا فرمایا ان کی فضیلت کے باوجود بھی
آقا علیہ السلام سب سے افضل ہیں

مرجیہ فرقے کا رد

مرجیہ فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اعمال صالح ایمان میں داخل
ہے جبکہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اعمال صالح ایمان
میں داخل نہیں ہے بلکہ ایمان الگ چیز ہے اور اعمال الگ چیز ہیں
کیونکہ قرآن پاک میں جگہ جگہ یہ ارشاد فرمایا گیا " ترجمہ: مگر
وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے " تو اس آیت مبارکہ سے
پتا چلتا ہے کہ ایمان اور اعمال ایک ہی ہوتے تو
انہیں الگ الگ بیان نہ کیا جاتا ہاں اعمال صالح ایمان کے ثمرات ہیں
اور ان سے ایمان کمزور کو تقویت ملتی ہے یا ایمان مضبوط ہوتا
ہے جبکہ برے اعمال سے ایمان کمزور ہوتا ہے جبکہ اس بارے میں
مرجیہ فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی شخص برے سے برا بھی
عمل کرے تو اس سے ایمان کو نقصان نہیں پہنچتا تو قرآن پاک
کی اس آیت سے ان کا رد ہو جاتا ہے۔

تقدیر کا انکار کرنے والوں کے بارے میں

اس باب کی پہلی حدیث میں آقا علیہ السلام نے تقدیر کا انکار کرنے والوں کو مجوسی اور دجال کا گروہ قرار دیا گیا ہے جو تقدیر کے بارے میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں بندوں نے جو کچھ دنیا میں کرنا تھا پروردگار عالم نے اپنے علم سے اسے دیکھ کر لوح محفوظ پر لکھ دیا بندے اپنے طور پر عمل کر رہے ہیں لیکن انہوں نے جو کچھ کرنا تھا خدائے علیم و خبیر کے علم میں تھا اس لیے اللہ عزوجل نے تقدیر میں یہ لکھ دیا اسی کو تقدیر کہتے ہیں اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ عزوجل نے جو بندوں کے لیے لکھ دیا وہ ایسا کرنے پر مجبور ہیں تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے جو تقدیر پر ایمان نہیں لاتے یا تقدیر کے بارے میں بحث کرتے ہیں انہیں حدیث مبارکہ میں مجوسی کہا گیا اور ایسے لوگوں سے تعلقات رکھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

تقدیر کی اقسام:-

تقدیر کی تین قسمیں ہیں

1 تقدیر مبرم 2 تقدیر معلق 3 تقدیر مشابہ مبرم

تقدیر معلق:- یہ نیک اعمال اور دعاؤں وغیرہ سے ٹل سکتی ہے

تقدیر مبرم:- وہ تقدیر جو کسی صورت نہیں بدلتی

تقدیر مشابہ مبرم:- جو اولیاء اللہ اور بزرگوں کی کرامت سے بدل جاتی ہے

لوگوں کے نرم اور سخت مزاج ہونے کی وجہ:-

بنو آدم کو اللہ عزوجل نے مٹی سے بنایا مٹی کی کئی اقسام ہے بعض جگہ کی مٹی نرم اور بعض جگہ کی سخت ہوتی ہے جیسے انسان کی تخلیق جیسی مٹی سے ہوئی ویسا ہی اسکا مزاج ہو گیا۔

25

جب کسی انسان کا سعید اور بد بخت ہونا لکھا جا چکا
تو وہ اعمال کیوں کرے؟ تو اللہ عزوجل نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا اور ان کے اہل بھی پیدا
فرمائے یعنی جنہوں نے جنت اور دوزخ میں جانا ہے آقا علیہ السلام
نے ارشاد فرمایا تم عمل کرتے رہو جو نیک لوگ ہونگے ان کے لیے
نیکیاں کرنا آسان ہو جائے گا اور جو بد بخت ہونگے ان کے لیے
بد بختی والے کام آسان کر دیا جائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا تلو موسیٰ کہنا

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا شجرِ ممنوعہ کے درخت
سے پھل کھانا علم الٰہی میں موجود تھا اور اسے لوح محفوظ میں
لکھ بھی دیا گیا تھا تو علم الٰہی کے خلاف کس طرح ہو سکتا تھا
اس کی حضرت آدم علیہ السلام نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
متعلق مثال بیان فرمائی کہ جیسا اللہ عزوجل کے علم میں یہ لکھا
جا چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کلام فرمائے گا اور تورات
عطا فرمائے گا تو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق علم الٰہی
میں تھا ویسا ہی وقوع پذیر ہوا۔

باب ۹۱ فی ذراری المشرکین

مشرکین کے بچوں کے بارے میں اقوال

کفار کے نابالغ بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں اس کے بارے
میں تین اقوال ہے اہل علم کے مذاہب کے ۔
(۱) وہ اپنے والد کے ساتھ جہنم میں جائیں گے ۔
(۲) انہیں جنت میں اہل جنت کا خادم بنا کر رکھا جائے گا
(۳) وہ جنت میں مسلمانوں کے بچوں کی طرح رہے گے ان سے مرتے دم
تک مرفوع قلم ہونے کے باعث کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا
ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور فطرت پر پیدا ہونے والے کو
بغیر کسی گناہ کے خدائے ذوالجلال عذاب دے یہ بات اس
کے کرم سے بعید معلوم ہوتی ہے
بہرحال زیادہ قیل و قال سے زبان کو روکنا چاہیے اور یہ معاملہ
اللہ عزوجل کے سپرد کر دینا چاہیے ۔

4717 اس حدیث پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہے کون جنتی ہے اور کون جہنم میں جائے گا
اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد کے جہنم میں ہونے کی
خبر دی صحابہ کرام نے اس کی یہ تاویل بیان کی ہے کہ یہاں باپ سے مراد
آپ کے چچا ابو طالب ہے کیونکہ آپ ان کے زیر کفالت تھے اور عرب
میں چچا کو باپ کہنا عام تھا بہرحال سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ
حضور کے والدین ~~[illegible]~~ کریمین کو امام جلال الدین سیوطی
کی طرح جنتی کہا ۔ ان کے سوا دوسرا کلمہ ہرگز اپنی زبان
پر نہ لائے کبھی آخرت کی تباہی کا باعث نہ بن جائے گا ۔

20 ذی الحجہ بروز

جہمیہ فرقے کا رد

جہمیہ فرقے والے اللہ عزوجل سننے اور دیکھنے سے اسکا علم مراد لیتے تھے انہیں علم کے علاوہ خدا کی صفات شمار نہیں کرتے تھے انہوں نے اللہ کا سننا اور دیکھنا بندوں جیسا ٹھہرا دیا تھا اللہ کے لیے کان، آنکھ وضع کرکے اپنے لیے مجسمہ خدا گھڑ لیا اور ایسے عرش پر ایسے بیٹھا دیا جیسے عام بندے بیٹھتے ہے

ہمارا عقیدہ، اور انکے قول کا رد

اللہ عزوجل جسم وجسمانی نہیں محدود اور متناہی نہیں اللہ کے متعلق حرکت وتبدیلی کا تصور کرنا بھی درست نہیں نہ وہ عالم میں ہے نہ عالم سے خارج ہے کائنات سے اس کی علمی ہے نا کہ ذات اور دنیا کا احاطہ اپنے علم کے ساتھ کیا ہوا نہ کہ ذات کے ساتھ وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔

27

ہر دور میں مختلف رنگوں میں خوارج موجود ہوتے ہیں اور رہیں گے یہ اپنے ظاہری اعمال افعال اور عبادت کے لحاظ سے راسخ العقیدہ لوگوں سے ممتاز نظر آئیں گے مسلمانوں کے دلی طور پر بدخواہ اور بت پرستوں کے خیر خواہ ثابت ہوں گے انکا آخری گروہ دجال کے ساتھ ہوگا حضرت نے نہروان کے مقام پر انہیں شکست دے کر ان کی طاقت توڑی یہ لوگوں کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں کیونکہ یہ منافق ہیں اور لوگ ان کے ظاہر سے ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں حضور علیہ السلام نے ان کے نقصان پہنچانے کی وجہ سے ہی فرمایا تھا اگر میں انہیں پاتا تو قوم عاد کی طرح ہلاک کر دیتا۔

28

باب الفتن

فتنے کے کل 14 معنی ہیں 1 محنت 2 آزمائش 3 پسند کرنا 4 کسی پر فریفتہ ہونا 5 گمراہ ہونا 6 گمراہ کرنا 7 گناہ 8 کفر 9 رسوائی 10 عذاب 11 آگ میں جلانا 12 جنون 13 لوگوں کے آپس کے جھگڑے 14 فساد

4242 آقا علیہ اسلام کا یہ قیام کس لئے تھا؟

حضور علیہ اسلام کا یہ قیام آئندہ کے واقعات کی خبر دینے کیلئے تھا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے حضور علیہ اسلام نے ہر چھوٹے بڑے واقعے کا بیان فرما دیا یہاں تک کہ قطرے قطرے اور ذرے ذرے کی یہ حدیث مبارک اس آیت کی تفسیر ہے۔ تمہیں وہ کچھ سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے اتنے تھوڑے وقت میں سب کچھ بیان کر دینا حضور علیہ اسلام کا معجزہ ہے۔

4243 فتنوں سے کونسے فتنے مراد ہے۔

یہاں فتنوں سے مراد دنیاوی آفتیں یا مصیبتیں ہیں یا پھر برے اعمال یا برے عقیدے ہیں وہ فتنے دور ہو جائے گے مگر ان کے اثرات لوگوں کے دلوں پر رہے گے قرب قیامت میں لوگ دو قسم کے ہو نگے

1 سفید دل والے

2 کالے دل والے

یا لوگوں کے دل ہی دو قسم کے ہو جائے گے آدھے سیاہ آدھے سفید معلوم ہوا کہ گناہ سے الفت اور نفرت کا اثر دل پر پڑتا ہے اور پھر دل کا اثر چہرے پر ظاہر ہوتا ہے مسلسل گناہ کرنے کے بعد جس کا دل سیاہ ہو چکا ہوتا ہے وہ دل ناقابل تاثیر ہوتا ہے جیسے الٹا برتن و کوزا کہ اس میں کوئی چیز نہیں سماتی۔

فتنۃ الاحلاس

احلاس جمع ہے حلس کی حلس وہ ٹاٹ ہے جو زمین پر نفیس
دریوں اور قالینوں کے نیچے بچھایا جاتا ہے اوپر کے بستر بدلتے رہتے
تھے مگر وہ ٹاٹ ایک ہی جگہ پڑھا رہتا تھا اس فتنے کو احلاس
اس لیے فرمایا کہ وہ فتنہ یا تو بہت عرصے تک رہے گا یا ٹاٹ کی
طرح رہے گا کہ ہٹے گا نہیں آقا علیہ اسلام نے فرمایا اس زمانے میں
لوگوں کا اپنے گھروں میں رہنا مفید ہوگا جو باہر رہے گا وہ ان
فتنوں میں مبتلا ہو جائے گا اس فتنے میں لوگ ایک دوسرے سے
بھاگے گے کوئی ایک دوسرے کی بات نہیں سنے گا ہر ایک دوسرے
سے لڑے گا اسے لوٹے گا اور سب ایک دوسرے کے خون کے پیاسے
ہونگے

فتنۃ السراء

سراء کے معنی ہے عیش و عشرت اور مال کی زیادتی یہ فتنہ
مسلمانوں میں مال کی زیادتی اور ان کے عیش و عشرت کی
وجہ سے ہوگا ان فتنوں کی ابتداء ایک ایسے شخص سے ہوگی
جو اولاد فاطمہ سے ہوگا حاکم ہوگا یا حکومت کا طبگار اپنے
نفع کے لیے لوگوں کو مصیبت میں ڈالے گا لوگ سید ہونے کے
اعتبار سے اس کا ادب و احترام کرتے ہوں گے اور وہ اس
ادب و احترام سے فائدہ اٹھائے گا تمام بری حرکتوں کے
باوجود وہ اپنے آپکو سید کہلوائے گا۔

فتنۃ الدھیماء

دھیماء کا معنی ہے سخت اندھیرا یا سیاہ یعنی یہ ایسے سخت
اندھیرے والا فتنہ ہوگا جس میں لوگوں کو راہ دکھائی نہ دے
گی یہ کس طرف جائیں گے بعض نے کہا کہ یہ دھیماء ایک

باب الرخصة في التعرب في الفتنة

باب في كف اللسان

30

بقیہ علی اقذاء اور اقذاء جمع ہے قذاء کی بمعنی آنکھ کا تنکا
یعنی اگر آنکھ میں تنکا گر جائے تو بظاہر اس سے آنکھ اچھی
معلوم ہوتی ہے مگر باطنی طور پر اس میں تکلیف ہوتی ہے
اور حدیث میں اقذاء سے مراد یہ ہے کہ لوگ بظاہر صلح پر
ہوں گے مگر ان کے دلوں میں فتنہ ہوگا یعنی اگر لوگ کسی کو
اپنا امیر بنا لیں گے تو صرف ظاہری طور پر اس کو قبول کریں گے
ان کے دل اس سے راضی نہ ہوں گے

باب فی الجھمیہ

کتاب السنہ میں جہمیہ فرقہ کا بیان لانے کی وجہ

اس کتاب یعنی کتاب السنہ میں باب فی الجھمیہ لانے کا مقصد جہمیہ فرقہ کا رد کرنا ہے۔

جہمیہ فرقے کے عقائد:

جہمیہ فرقے کے مطابق اللہ عزوجل صفات مشترکہ سے موصوف نہیں ہے یعنی وہ صفات جو اللہ پاک اور اس کے بندوں میں بظاہر مشترک ہیں مثلاً دیکھنا، سننا وغیرہ۔ اللہ پاک میں یہ صفات نہیں۔ یہ فرقہ صفات مشترکہ کا منکر ہے جہمیہ فرقہ والے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے اور سننے سے اس کا علم ہی مراد لیتے ہیں اور انہیں علم کے علاوہ خدا کی صفات شمار نہیں کرتے۔

اور جہمیہ فرقہ والے عرش کا انکار کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کے فوق العرش ہونے کے بھی منکر ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ہمیشہ سوال جواب کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ جس کے دل میں کوئی ایسا خیال آئے تو اسے کہنا چاہیے کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔

کتاب السنۃ، باب فی الجہمیۃ۔

حدیث نمبر

اس حدیث میں پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وسوسے کے وقت اس دعا کی تعلیم ارشاد فرمائی یعنی تم سے جب کسی کو ایسا خیال آئے یا تم دیکھو کہ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں تو تم کہو اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کو جنتا ہے نہ اسے کسی نے جنا ہے اور نہ کوئی ایک بھی اس کی برابری کرنے والا ہے پھر اپنے بائیں جانب تین بار تھتکار دے اور شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے یعنی تعوذ پڑھے۔

یہاں یہ دعا سکھانے کی ایک وجہ ہے کہ اس میں اللہ کی وحدانیت کا ذکر ہے اور اس کے لاشریک ہونے کا ذکر ہے۔ اور وسوسے چونکہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اس لیے الٹی طرف تھتکارنے کا ارشاد فرمایا اور تعوذ پڑھنے کی تعلیم دینے کی وجہ بھی یہ ہے کہ چونکہ وسوسے شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں لہٰذا اس سے اللہ کی پناہ مانگے۔

حدیث نمبر

اس حدیث میں بادل کے تین نام ذکر کیے گئے۔

سحاب، مزن، عنان

العنان: اس سے مراد ہلکا بادل ہے۔

اس حدیث میں آسمان اور زمین کا جو فاصلہ

ذکر کیا گیا ہے یعنی 71، 72، 73 سال کی مسافت.
تو یہ حد متعین کرنے کے لیے نہیں ہے۔ یعنی ضروری
نہیں کہ فاصلہ اتنا ہی ہو جتنا یہاں مذکور ہے
بلکہ بعض اوقات حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول
ہونے کے بجائے باطنی معنی پر محمول ہوتی ہے، یعنی
اس کے وہ معنی ہوتے ہیں جو بظاہر معلوم نہیں ہوتے.
یہاں جو عدد بیان کیا گیا ہے وہ حد مقرر کرنے کے لیے
نہیں بلکہ زیادتی بیان کرنے کے لیے ہے کہ اتنی زیادہ
مسافت ہے آسمانوں اور زمین کے درمیان، اسی
طرح ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان.
سمندر کے نیچے اور اوپر والی سطح کے درمیان۔ وغیرہ
اور اس حدیث میں جو بکری لفظ آیا ہے یعنی
جو لفظ اوعال ذکر کیا گیا ہے جو کہ جمع کا صیغہ ہے
اور واحد "وعل" ہے جو کہ بکری کے لیے لفظ مستعمل
ہے لیکن ~~ان سے مراد~~ اس حدیث میں اس لفظ اوعال
سے مراد حقیقۃً بکری نہیں بلکہ اس سے مراد
بکری نما فرشتے ہیں۔ جو کہ اپنی پیٹھوں پر عرش
کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور یہاں بھی حد مقرر کرنے
کے لیے نہیں بلکہ زیادتی مقرر کرنے کے لیے فاصلے کا ذکر کیا گیا.
اور پھر فوق العرش، اللہ عزوجل ہے۔
اس حدیث میں بھی جہمیہ فرقے کا رد ہے کیونکہ
وہ کہتے ہیں کہ عرش کوئی چیز نہیں اور اللہ کے
فوق العرش ہونے کے منکر ہیں۔ لہٰذا اس حدیث میں
بتایا گیا کہ عرش ہے اور اللہ عزوجل فوق العرش ہے۔

حدیث نمبر؛
اس حدیث میں بیان کیا گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آیت مبارکہ تلاوت کی
ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا
یہاں تک سمیعا بصیرا
اور ہمارے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا انگوٹھا اپنے گوش مبارک پر رکھ لیا اور ساتھ والی انگشت مبارک اپنی آنکھ پر رکھی
حضرت عبداللہ بن یزید مقری نے فرمایا کہ یہ جہمیہ فرقے کا رد ہے۔ یعنی سمیعا بصیرا پڑھتے وقت آنکھ اور کان کی طرف اشارہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں سمیعا بصیرا سے دیکھنا اور سننا مراد ہے اور اللہ عزوجل بھی دیکھتا ہے اور سنتا ہے لیکن اس کا دیکھنا اور سننا ہم انسانوں کی طرح نہیں بلکہ اس کی قدرت کے مطابق ہے۔
جہمیہ فرقے نے چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی خلاف ورزی کی لہذا گمراہ کہلائے
دوسری جانب علامہ ابن تیمیہ حرانی المتوفی (728ھ سے 326ھ) نے گمراہی کا بہت بڑا پھاٹک کھولا کہ اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا بندوں جیسا ٹھہرا دیا اور اس کے آنکھ کان وضع کر کے اپنے لیے مجسم خدا گھڑ لیا اور اسے عرش پر حقیقۃً بٹھا دیا جیسے بندے بیٹھتے ہیں۔
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،
اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی نہیں۔ جوہر اور عرض نہیں

محدود اور متناہی نہیں، طویل اور عریض نہیں ۔
دراز اور کوتاہ نہیں، فراخ اور تنگ نہیں ۔ وہ فراخی
والا ہے لیکن ایسی وسعت کیساتھ نہیں جو ہمارے فہم
میں آسکے ۔ وہ محیط ہے لیکن اس کا احاطہ ایسا نہیں
جس کا ادراک کیا جا سکے ۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ
فراخی والا ہے، احاطہ کرنے والا ہے، قریب ہے، ہمارے
ساتھ ہے لیکن ان صفات کو ہم سمجھنے سے عاجز ہیں
کہ وہ کیسی ہیں اور جو کچھ ہم سمجھتے ہیں اس پر
یقین کرنا مجسمہ کے مذہب میں قدم رکھنا ہے ۔
حق تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ کسی جہت میں نہیں اور
وہ زمان و مکان میں نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے
الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اس سے جہت و مکان
کے ثبوت کا وہم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس سے
اُس جہت و مکان کا اثبات ہو رہا ہے جہاں نہ جہت ہے
اور نہ مکان ہے ۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی بے مکانی ہی
سے کنایہ کرتا ہے ۔ اللہ کے متعلق حرکت اور تبدیلی کا
تصور کرنا بھی درست نہیں ۔ اس کی ذات قدیمہ کا
حوادث کیساتھ قیام جائز نہیں ۔ اعراض محسوسہ
و معقولہ میں سے وہ کسی عرض کے ساتھ متصف نہیں
نہ وہ عالم میں داخل ہے نہ عالم سے خارج
نہ وہ عالم سے متصل ہے نہ منفصل ۔ اور دنیا کا
احاطہ اس نے علم کیساتھ کیا ہوا ہے نہ کہ ذات
کے ساتھ ۔ وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور
نہ کسی چیز سے متحد ہوتا ہے ۔